بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

روزنامہ

الفضل

قادیان

دوشنبہ

جلد ۳۳	۱۷ ماہ فتح ۱۳۲۴ ہش	۱۱ محرم الحرام ۱۳۶۵ ھ	۱۷ دسمبر ۱۹۴۵ء	نمبر ۲۹۴

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۶ ماہ فتح۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج پونے ۹ بجے شب کی اطلاع منظہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے حضور کو تین دن سے بخار نہیں ہوا مگر تا حال پاؤں میں درد ہے۔ اور پاؤں پر بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ البتہ گھٹنے میں نسبتاً کم ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

— حضرت اُم المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت آج خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ

— ۵ ؍دسمبر سے انگلستان جانے والے مجاہدین کے اعزاز میں مختلف اداروں کیطرف سے دعوتیں دی جا رہی اور مخلصانہ ایڈریس پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان کا مفصل ذکر انشاء اللہ اگلے پرچہ میں کیا جائے گا۔ یہ مجاہدین ۱۷ ؍دسمبر کی بجائے ۱۸ ؍دسمبر کو پونے تین بجے کی گاڑی سے روانہ ہوں گے۔ انشاء اللہ

— سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے حلقہ دار الرحمت کے خدام نے مبلغ بیس روپے کی رقم غرباء میں تقسیم کی۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

خطبہ جمعہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے بعد جو کسی کو نہیں مل سکا وہ آج حاصل ہو سکتا ہے

ہم نے دُنیا کے دلوں اور دماغوں کو فتح کرنا ہے

تحریک جدید کے بارھویں سال کے چندہ کی تحریک

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

— فرمودہ ۲۳ ماہ نبوت ۱۳۲۴ ہش مطابق ۲۳ ؍نومبر ۱۹۴۵ء —

— مرتبہ۔ مولوی عبد العزیز صاحب مولوی فاضل —

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ اولیاء ہندوستان کے چوٹی کے بزرگوں میں سے تھے چنانچہ ہندوستان میں جو سلسلہ ولایت جاری ہوا۔ اس میں وہ چوتھے نمبر پر ہیں۔

خواجہ معین الدین صاحب چشتیؒ

سب سے پہلے ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور اجمیر میں اپنا مرکز قائم کرکے اشاعت اسلام کا کام نہایت شاندار طریق پر سر انجام دیا۔ ان کے بعد

حضرت خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکیؒ

ان کے خلیفہ مقرر ہوئے جنہوں نے دہلی میں اسلام کا علم بلند کیا۔ ان کے خلیفہ

حضرت خواجہ فرید الدین صاحبؒ

شکر گنج والے جن کی پاک پٹن میں گدی ہے۔ ان سے تصوف کا علم حاصل کرکے پاک پٹن میں تشریف لائے۔ اور پنجاب میں تبلیغ کی اہم بنیاد ڈالی۔ یہ دیکھ کر کسی نے دہلی والوں کو طعنہ دیا۔ کہ تمہاری برکات تو پنجاب بسنے گیا ہے۔ اس پر

حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ

دہلی سے حضرت خواجہ فرید الدین صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کے شاگرد بنکر روحانیت کا سبق حاصل کرنے لگے۔ جب کچھ عرصہ کے فیض صحبت کے بعد وہ روحانی منازل طے کرنے لگے۔ تو حضرت خواجہ فرید الدین صاحب نے انہیں پروانۂ خلافت عطا کیا۔ اور انہوں نے دہلی میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا پس وہ

ہندوستان کی روحانی بادشاہت میں چوتھے بادشاہ

تھے۔ ہندوستان میں اسلام کا بہت کچھ رعب حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ کی وجہ سے ہی قائم ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں اسلامی حکومت کا قیام ہوا۔ اور چونکہ حکومت کی وجہ سے کمزور ایمان والے لوگ دنیا کیطرف جھک جاتے ہیں۔ اور ان میں دین کی محبت اور قربانی کا وہ جذبہ قائم نہیں رہتا۔ جو پہلے ہوتا ہے۔ اس لئے ان خرابیوں کی اصلاح کا فرض بھی خواجہ نظام الدین صاحب پر عائد ہوا۔ جسکو انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ خواجہ نظام الدین صاحب کے ایک شاگرد

خواجہ غلام علی صاحب

تھے۔ جو بعد میں ان کے خلیفہ اور جانشین ہوئے ان سے ایک دفعہ مجلس میں کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی جو نامناسب تھی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ خواجہ صاحب نے ان کی اس غلطی کو دیکھ لیا۔ اور انہیں سخت تکلیف ہوئی۔ کہ میری صحبت میں ایک لمبا عرصہ رہنے کے باوجود انہوں نے اپنی اصلاح کی کوشش نہیں کی۔ دوسری طرف شاگرد کی نظر بھی اپنے استاد پر جا پڑی۔ اور اس نے سمجھ لیا۔ کہ میری غلطی کو خواجہ صاحب نے دیکھ لیا ہے۔ جب ایک طرف استاد کی نظر اپنے شاگرد پر پڑی اور دوسری طرف شاگرد کی نظر اپنے استاد پر پڑی تو خواجہ غلام علی صاحب نے اپنے پیر کو مخاطب کرتے ہوئے بے اختیار کہا ؎

زہد تایاں فسق مایاں کم نہ کرد
فسق مایاں بہتر از زہد شمارت

یعنی آپ کے تقوےٰ نے میری کمزوریوں کو دور نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میری گنہگاری آپ کی نیکی سے طاقتور ہے۔ کیونکہ جب دونوں کا آپس میں مقابلہ اور ٹکراؤ ہوا۔ تو میری بدی آپ کی نیکی پر غالب آگئی۔ حالانکہ میں نے نیکی کو موقعہ دیا تھا۔ کہ وہ میری بدی پر غالب آجائے لیکن اسکے باوجود میری بدی آپ کی نیکی پر غالب آگئی۔ شاگرد کے اس کلام سے خواجہ صاحب کے دل کو چوٹ لگی۔ اور انہوں نے جواب میں کہا اچھا دیکھا جائے گا۔ پھر کچھ ایسے درد سے انہوں نے دعا کی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے نہ صرف ان کی اصلاح کی۔ بلکہ ایسی اصلاح کی۔ کہ ان کے ذریعہ دوسرے لوگوں کی بھی بہت بڑی اصلاح ہوئی۔ اور وہ

دین کے چراغوں میں سے ایک چراغ

بن گئے۔ اس قسم کے مقابلے دُنیا میں ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ کفر

ایڈیٹر: غلام نبی

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر الفضل قادیان سے شائع کی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اور اسلام کی جنگ نہ پہلے ختم ہوئی۔ اور نہ آئندہ زمانہ میں ختم ہو گی۔ اگر ہم پیدائش عالم سے لیکر اب تک دنیا کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے لائیں۔ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ

دنیا ایک اکھاڑہ ہے

جس میں اسلام اور کفر کے پہلوانوں کی آپس میں کشتیاں ہو رہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ اس کشتی میں کون جیتا اور کون ہارتا ہے۔ بعض دفعہ اللہ تعالےٰ کے کچھ بندے ایسے پیدا ہوتے ہیں جو نور کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اپنے فضل اور رحم سے انہیں

شیطان پر غلبہ

عطا کر دیتا ہے۔ اور کبھی اللہ تعالےٰ کے بندے اس سے ایسے غافل اور ظلمت سے مانوس ہو جاتے ہیں کہ شیطان کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ خدائی پہلوانوں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ یہ کشتی ابتدائے عالم سے شروع ہوئی اور انتہائے عالم تک ہوتی چلی جائیگی۔ آدم کے زمانہ سے لیکر آج تک ہمیشہ کچھ بندے ایسے گذرے ہیں جو اس دنیا کی زندگی کو اپنی اُخروی زندگی کی کھیتی تیار کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے رہے۔ اور آئندہ آنے والی زندگی کے لئے تمام تکلیفوں کو خوشی سے برداشت کرتے رہے۔ لیکن بعض بندے ایسے ہوتے ہیں جو اس دنیا کی خاطر اپنی اخروی زندگی کو قربان کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ جب مریں گے۔ اور مرنا ہر ایک نے ہی ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے نہیں مرنا۔ تو وہ اس دنیا سے خالی ہاتھ جائینگے۔ اور خالی ہاتھ اپنے رب سے ملینگے۔ لیکن وہ لوگ جو اس دنیا کو

اخروی زندگی کے لئے ایک مزرعہ

سمجھتے ہیں۔ اور اخروی حیات کے لئے ہر قسم کی تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں۔ وہ اپنی آئندہ زندگی کے لئے بہت سے سامان اپنے ساتھ لیکر جائینگے۔ اگر ہم دنیا کے حالات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل عالم میں کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے ماتحت اس دنیا میں بھی آرام ملتا ہے۔ اور اگلے جہان میں بھی آرام ملیگا اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو اس زندگی میں تو آرام نہیں ملتا۔ لیکن آئندہ زندگی میں اللہ تعالےٰ ان کے لئے ہر قسم کے آرام کے سامان پیدا کرے گا۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے لئے اس جہان میں تو آرام کے سامان ہیں لیکن اگلے جہان میں ان کے لئے آرام کا کوئی سامان نہیں ہوگا۔ اگر یہ درست ہے۔ اور تمام مذاہب میں یہی بات درست سمجھی جاتی ہے۔ اور تمام تجربہ کار لوگوں کا یہی قول ہے۔ کہ اس دنیا کی زندگی اخروی زندگی کے مقابلہ میں

بالکل حقیر چیز

ہے۔ یہ اس کے مقابلہ میں اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ حیثیت رکھتا ہے۔ تو جس نے قطرہ کی حفاظت کی۔ اور سمندر کو چھوڑ دیا۔ اور جس شخص نے قطرے کو چھوڑ دیا اور سمندر کو رکھ لیا۔ وہ دونوں آپس میں برابر نہیں ہو سکتے۔ قطرہ آج نہیں تو کل ختم ہو جائے گا۔ مگر سمندر کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

وہ لوگ

جو اس دنیا سے بالکل فائدہ نہیں اٹھاتے یا اس دنیا سے کم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ انبیاء کے زمانہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر حصہ ایسا ہوتا ہے۔ جو راحت و آرام کے سامانوں سے کلی تہی دست ہوتا ہے یہاں تک کہ ان کے حالات پڑھ کر ہر وہ شخص جس کے سینہ میں روشن دل موجود ہو۔ اپنی رقت کو نہیں روک سکتا۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ

جو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انتہائی شیدائیوں میں سے تھے۔ وہ مکہ کے رئیس گھرانہ میں سے تھے۔ مگر اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں اور ان کی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ مکہ سے ہجرت کے ارادہ کے ساتھ حبشہ کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں انہیں اپنے باپ کا ایک گہرا دوست مل گیا۔ اس نے پوچھا۔ عثمان کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ مکہ والوں نے مکہ میں میرا رہنا دشوار بنا دیا ہے اس لئے میں عرب سے باہر اپنے لئے کوئی جگہ تلاش کرنے چلا ہوں۔ اس رئیس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے کہا۔ عثمان تمہارا باپ میرا دوست تھا۔ اور ہم ایک دوسرے پر جان فدا کیا کرتے تھے۔ اب میری زندگی میں تمہارا مکہ سے جانا بڑی ذلت کی بات ہے۔ تم بغیر کسی قسم کے خطرہ کے میرے ساتھ واپس چلو تم کو کوئی شخص تکلیف پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ زور دے کر حضرت عثمانؓ کو واپس لے آیا۔ اور اس نے خانہ کعبہ میں اس بات کا اعلان کر دیا۔ کہ عثمان میری حفاظت میں ہے۔ اگر کوئی شخص انہیں کچھ کہیگا تو وہ میرے نزدیک ایسا ہی ہوگا جیسا اس نے مجھے تکلیف دی۔ اس اعلان کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کے لئے تکالیف اور مشکلات کم ہو گئیں۔ اور وہ آزادانہ طور پر مکہ کے گلی کوچوں میں پھرنے لگے۔ ایک دفعہ حج کے ایام آئے۔ تو لبید جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ایک سو بیس سال کی عمر میں فوت ہوئے ایک مجلس میں رؤسا کو شعر سنانے لگے۔ اس وقت ان کی عمر اسّی سال کے قریب تھی اور بوجہ اس کے کہ وہ

عرب کے سب سے بڑے شاعر

تھے۔ اور بوجہ اس کے کہ وہ بڑی عمر کے تھے اور عرب لوگ بڑی عمر والوں کا خاص طور پر ادب کیا کرتے تھے ان کی سارے عرب میں بہت بڑی عزت تھی۔ جب وہ مجلس میں لوگوں کو شعر سنا رہے تھے۔ اور عرب کے رؤسا انہیں بڑھ بڑھ کر داد دے رہے تھے تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ ع

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

اے لوگو سنو! اللہ تعالےٰ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے بڑے جوش سے کہا۔ صَدَقْتَ تم نے سچ کہا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اتنے بڑے انسان کیلئے ایک بچے کی تصدیق ہتک سے کم نہیں تھی۔ لبید غصّہ میں آ کر کہنے لگے۔ مکہ والو تم میں کب سے یہ گستاخی کا طریق جاری ہوا ہے کہ میرے جیسا شاعر جس کا مثل سارے عرب میں نہیں۔ اسے اٹھارہ اٹھارہ سال کے لڑکے داد دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم نے سچ کہا۔ کیا میرے جیسا شاعر ان نوعمر لڑکوں کی داد کا محتاج ہے۔ وہ لوگ جو حضرت عثمانؓ کے ارد گرد بیٹھے شعر سن رہے تھے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا بچے اگر بیٹھنا ہے تو آرام سے بیٹھو۔ نہیں تو چلے جاؤ۔ اس قسم کی ہتک آمیز باتیں کرنے کی تمہیں اجازت نہیں۔ جب لوگ انکو ڈانٹ ڈپٹ کر بیٹھ گئے تو لبید نے اگلا مصرع پڑھا۔ ع

وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

تمام نعمتیں آخر کار فنا ہونے والی ہیں۔ جب انہوں نے یہ مصرع پڑھا۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا کَذَبْتَ تم جھوٹ کہتے ہو۔ نعیم الجنۃ لا یزال جنت کی نعمتیں کبھی زائل نہیں ہونگی۔ اس پر لبید نے کہا۔ اب تو حد ہو گئی۔ پہلے تو یہ لڑکا سمجھتا تھا۔ کہ لبید اسکی تصدیق کا محتاج ہے۔ مگر اب تو اس نے میری صریح ہتک کر دی ہے میں اب کوئی شعر نہیں سناؤنگا اس پر لوگوں کو سخت غصہ آیا۔ اور حضرت عثمانؓ پر جھپٹ پڑے اس دوران میں ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کے اس زور سے گھونسہ مارا کہ انگوٹھا انکی آنکھ کے اندر گھس گیا۔ اور

ڈیلا باہر نکل آیا

وہ رئیس جس نے انکو پناہ دی تھی وہ بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ لیکن وہ کیا [illegible] مکہ ایک طرف تھا۔ اور وہ ایک [illegible] کیلئے کھڑا بھی ہوتا۔ تو نہ صرف [illegible] بلکہ باہر کے تمام رؤسا بھی اس کے [illegible] جاتے کیونکہ اس مجلس میں تمام عرب کے سردار بیٹھے تھے۔ دوسری طرف وہ محبت جو اپنے دوست اور دوست کے بیٹے سے تھی۔ اس کی وجہ سے اُسے یہ نظارہ دیکھنے کی تاب نہ رہی۔ اور چونکہ وہ ان رؤسا کو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے جیسے کسی نوکر کا بچہ آقا کے بچے سے لڑ پڑے تو نوکر ماں ہمیشہ اپنے بچے کو ہی مارتی ہے۔ کہ میں نے جو تجھے منع کیا تھا۔ کہ وہاں نہ جایا کر۔ پھر تو کیوں گیا۔ جب اس کی بے بسی اسے کسی ایسے مارنے والے کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہونے دیتی۔ تو وہ اپنے بچے کو ہی مار کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیتی ہے۔ اسی طرح جب اس رئیس کو سارے عرب کے خلاف کھڑا ہونے کی جرأت نہ ہوئی تو اس نے حضرت عثمانؓ پر اپنا غصّہ نکالا اور کہا۔ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا۔ کہ تم خواہ مخواہ بڑوں کی باتوں میں دخل نہ دیا کرو۔ آخر تم نے دیکھ لیا کہ اسکا کیا انجام ہوتا ہے تمہاری آنکھ ضائع ہو گئی اگر تم میری نصیحت پر عمل کرتے تو ایسا کیوں ہوتا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا۔ تم ایک آنکھ کا ذکر کرتے ہو۔ خدا کی قسم میری تو

دوسری آنکھ بھی سچائی کیخاطر نکلنے کو تیار ہے

غرض حضرت عثمانؓ جو ایک بہت بڑے رئیس کے بیٹے تھے۔ اور بڑے بڑے رؤسا ان کا احترام کیا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان کی ایسی حالت ہو گئی۔ کہ لوگوں کی نگاہ میں ان کی کچھ بھی عزت باقی نہ رہی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اُن کی ان قربانیوں کی وجہ سے جو انہوں نے اسلام کی خاطر کیں

375
Digitized By Khilafat Library Rabwah

اس قدر محبت

تھی۔ کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم فوت ہوئے۔ تو آپ نے انہیں قبر میں رکھتے ہوئے فرمایا۔ جا اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے پاس۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عثمان بن مظعون اپنے بچوں کی طرح پیارے تھے۔ جب یہ عثمان شہید ہوئے۔ تو لوگوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس شکایت کی۔ کہ یا رسول اللہ حضرت عثمان کو دفن کرنے کے لئے ہمارے پاس کافی کپڑا نہیں۔ چادر اتنی چھوٹی ہے کہ اگر ہم سر پر ڈالتے ہیں تو پاؤں ننگے ہو جاتے ہیں۔ اور اگر پیر ڈھانکتے ہیں۔ تو سر ننگا ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ سر کو چادر سے ڈھانک دو۔ اور پیروں پر گھاس ڈال دو۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں ایسے رنگ میں بسر کیں۔ کہ ان کو

کبھی قسم کا چین اور سکھ

اس دنیا میں نہیں ملا۔ وہ نعمتوں سے پُر پیٹوں کے ساتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور فاقوں سے خالی پیٹوں اور اپنی گردنوں پر دشمنوں کی تلواریں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ اس کے علاوہ ایک طبقہ وُہ بھی تھا۔ جس نے تکلیفیں اٹھانے کے بعد نعمتوں اور برکتوں کا زمانہ بھی دیکھا چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ انہی لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ

رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات سے تین سال پہلے اسلام لائے تھے۔ اور چونکہ ہزاروں لوگ ان سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ انہوں نے اپنے دل میں عہد کیا۔ کہ میں اب رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دروازہ سے نہیں ہلونگا۔ اور دن رات آپکی باتیں سنا کرونگا۔ چنانچہ وہ رات دن مسجد میں بیٹھے رہتے تا ایسا نہ ہو۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم باہر تشریف لا کر کوئی بات کریں۔ اور وہ اسکے سننے سے محروم رہ جائیں۔ اور چونکہ وہ دن رات مسجد میں رہتے تھے۔ اپنے گزارہ کے لئے کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ انکا ایک بھائی انہیں روٹی پہنچا دیا کرتا تھا۔ مگر تنگ آ کر ایک دن اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس شکایت کی۔ کہ یا رسول اللہ ابوہریرہ کوئی کام نہیں کرتا۔ آپ اسے سمجھائیں۔ کہ کوئی کام کیا کرے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندے کو اس لئے رزق دیتا ہے۔ کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کی مدد کرے۔ چونکہ تمہارا بھائی دین کی خدمت میں مشغول ہے۔ اس لئے تم اسکے لئے قربانی کرو۔ اور اسے کھانا کھلاتے رہا کرو۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ غالباً اسکا اپنا گزارہ مشکل سے چلتا تھا۔ اور دوسرے وہ مدینہ سے دور رہتا تھا۔ اور روزانہ آنا اس کے لئے مشکل تھا۔ اس لئے وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس ہدایت پر عمل نہ کر سکا اور حضرت ابوہریرہؓ بغیر کسی سہارے کے پڑے رہے۔ اس دوران میں ان کو

کئی کئی وقت کے فاقے

بھی آئے۔ مگر انہوں نے کسی تکلیف کی پروا نہ کی۔ اور آخر وقت تک اپنے اس عہد کو نبھایا جو انہوں نے اسلام لاتے وقت کیا تھا۔ جب ایران فتح ہُوا۔ اور بادشاہ کا توشہ خانہ اور کپڑے تقسیم ہوئے تو وہ رومال جو کسریٰ تخت شاہی پر بیٹھتے وقت زینت کے طور پر اپنے ہاتھ میں رکھا کرتا تھا۔ وہ حضرت ابوہریرہؓ کے حصہ میں آیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کو ایک دفعہ نزلہ اور کھانسی کی تکلیف تھی۔ ان کو کھانسی جو آئی۔ تو انہوں نے اس رومال میں بلغم تھوک دیا۔ اور پھر کہا بَخٍ بَخٍ اَبِی هُرَیْرَۃ یعنی

واہ وا ابوہریرہ

یا تو تیرے سر پر جوتیاں پڑا کرتی تھیں۔ اور یا اب یہ حالت ہے۔ کہ تو ایران کے بادشاہ کے اس رومال میں تھوکتا ہے۔ جسکو وہ بطور زینت استعمال کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہ تیرے

سر پر جوتیاں

پڑا کرتی تھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا۔ میں جب اسلام لایا۔ تو میں نے خیال کیا۔ کہ لوگوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بہت کچھ فائدہ اٹھا لیا ہے۔ اب مجھے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے چنانچہ میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا۔ کہ میں آخر دم تک رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دروازے کو نہیں چھوڑونگا۔ میں غریب آدمی تھا۔ اور مدد کرنے والا کوئی نہ تھا۔ مجھے کئی کئی وقت کا فاقہ آتا۔ اور فاقہ کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے میں بعض دفعہ مسجد کی کھڑکی میں کھڑا ہو جاتا کہ اگر کوئی شخص گزر رہا ہو۔ تو میری شکل سے پہچان کر مجھے کھانے کے لئے ساتھ لے جائیگا ایک دفعہ ایسا ہُوا۔ کہ میں مسجد کے دروازہ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ کہ شائد کوئی شخص میری شکل دیکھ کر ہی سمجھ لے۔ کہ میں بھوکا ہوں۔ مگر لوگ آتے اور السلام علیکم کہہ کر آگے چل پڑتے۔ اور کوئی شخص میرے وہاں کھڑا ہونے کی حقیقت کو نہ سمجھ سکتا۔ آخر جب میں نے دیکھا۔ کہ خالی شکل دیکھنے سے لوگوں کو کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا تو میں نے

ایک اور طریق

اختیار کیا۔ حضرت ابوبکرؓ گزرے تو میں نے ان سے پوچھا کہ قرآن کریم کی اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ کہ یطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر صدقہ پر ایک تقریر شروع کر دی۔ اور کہا کہ مساکین کو کھانا کھلانا یتامیٰ کی خبر گیری کرنا اور اسیروں پر احسان کرنا ایسے کام ہیں جن سے خدا تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔ اور پھر آگے چلے گئے۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے اپنے دل میں کہا کیا مجھے اس آیت کے معنے نہیں آتے تھے۔ میرا تو یہ مطلب تھا۔ کہ آپ اس پر عمل ہی کریں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ گزرے حضرت عثمانؓ گزرے۔ اور میں نے ہر ایک سے یہی سوال کیا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی میرا مطلب نہ سمجھ سکا۔ بلکہ وہ اس کے معنے بتا کر آگے چلے جاتے۔ مجھے اس روز

سات وقت کا فاقہ

تھا۔ اور میری حالت سخت خراب تھی۔ میں حیران تھا۔ کہ کیا کروں۔ جس حد تک سوال کر سکتا تھا۔ اس حد تک میں نے سوال کر دیا تھا۔ لیکن کسی کو بھی اصل حقیقت کیطرف توجہ پیدا نہیں ہوتی۔ ہر ایک تقریر کر کے آگے چلا جاتا ہے۔ میرے دل میں یہی خیالات موجزن تھے کہ مجھے پیچھے سے کسی کے ہنسنے کی آواز آئی اور اسکے ساتھ ہی یہ الفاظ میرے کان میں پڑے۔ ابوہریرہؓ بھوکے ہو۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے تھے۔ میں نے آپکو دیکھ کر کہا یا رسول اللہ سات وقت سے فاقہ ہے۔ فرمانے لگے آج ہمیں کسی نے دودھ کا پیالہ تحفہ کے طور پر بھیجا ہے آؤ تمہیں پلائیں۔ جب میں آپکے پاس گیا تو فرمایا پہلے مسجد میں جا کر دیکھو کوئی اور تو بھوکا نہیں اگر کوئی ہو تو اسکو بھی ساتھ لیتے آؤ۔ میں نے جا کر دیکھا تو چھ آدمی بیٹھے تھے۔ میں نے دل میں کہا اب تو شامت آئی۔ دودھ کا پیالہ ایک ہے اور پینے والے سات ہیں حصہ رسدی کے طور پر مجھے ملا بھی تو کیا ملیگا۔ خیر میں ان سب کو ساتھ لے کر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور سمجھا کہ

دودھ کا پیالہ

شائد پہلے مجھے دیا جائے گا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پہلے کسی اور آدمی کو پیالہ دے دیا اور فرمایا پیو۔ میں نے کہا اب تو خیر نہیں اگر تقسیم کر کے ملتا تو شائد کچھ حصہ مل جاتا۔ مگر اب تو پیالہ کسی اور کو مل گیا ہے۔ وہ دودھ کہاں چھوڑے گا۔ اس نے دودھ پیا اور پی کر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھ میں پیالہ دیدیا۔ آپ نے دوسرے کو دے دیا پھر تیسرے کو پھر چوتھے کو اور پانچویں کو جب بھی کسی دوسرے کو پیالہ ملتا۔ میں کہتا کہ گیا مرا یہاں تک کہ سب نے دودھ پی لیا۔ اس کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ ابوہریرہ اب تم پیو۔ میں نے جب پیالہ پینے کے لئے لیا تو دیکھا کہ وہ لبالب بھرا ہُوا ہے۔ کچھ پیالہ بھی بڑا ہوگا۔ اور کچھ اللہ تعالیٰ نے بھی اس میں برکت پیدا فرما دی۔ اور اسطرح اپنا نشان دکھا دیا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے دودھ پیا۔ اور اتنا پیا۔ کہ میرا پیٹ بھر گیا۔ لیکن پیالہ ابھی بھرا ہُوا تھا۔ میں نے سیر ہو کر دودھ کا پیالہ رکھ دیا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

ابوہریرہ اور پیو

میں نے پھر پیا اور اتنا پیا کہ میرا پیٹ خوب بھر گیا۔ اور میں نے کہا یا رسول اللہ اب تو اور نہیں پیا جاتا۔ فرمایا پھر پیو۔ میں نے پھر پینا شروع کیا۔ اور اتنا پیا کہ دودھ میرے ناخنوں تک سرایت کر گیا۔ اور میں نے کہا یا رسول اللہ اب تو دودھ میرے ناخنوں سے ٹپکنے لگ گیا ہے۔ اسپر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ بچا ہُوا دودھ خود پی لیا۔ غرض یہ حالت ہوتی تھی۔ کہ کبھی بعض دفعہ سات سات دن کا فاقہ کرنا پڑتا تھا اور بعض دفعہ زیادہ فاقہ کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر جاتا لوگ سمجھتے کہ مجھے مرگی کا دورہ ہو گیا ہے۔ اور چونکہ عربوں میں رواج تھا۔ کہ جسے مرگی کا دورہ ہو اسکے سر پر جوتیاں مارتے تھے۔ اس لئے وہ مجھے

مرگی کا مریض

سمجھتے ہوئے میرے سر پر جوتیاں مارنے لگ جاتے تھے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

حالانکہ میں ضعف کی وجہ سے بیہوشش ہوتا تھا۔ غرض ایک تو وہ دن تھا۔ کہ میں بھوک کی وجہ سے بیہوشش ہوجاتا تو لوگ میرے سر پر جوتیاں مارتے اور یا آج یہ حالت ہے۔ کہ شاہ ایران کے اسس رومال میں میں تھوک رہا ہوں۔ جس میں کہ بادشاہ کو بھی تھو کنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور جسے وہ تخت شاہی پر بیٹھتے وقت بطور زینت استعمال کیا کرتا تھا۔ لیکن کچھ لوگ حضرت عثمان مظعون رضؓ اور حضرت حمزہ رضؓ کی طرح تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے لئے قربان کردیں اور انہوں نے اس دنیا میں کوئی بھی سکھ نہ دیکھا۔ اگر یہی دنیا ہے۔ اور اگلا جہاں کوئی نہیں تو

خدا تعالیٰ کے لئے انتہا درجہ کی قربانیاں

کرتے ہوئے انتہا درجہ کے بدبخت یہی لوگ تھے اور اگر اسس دنیا کے سوا کوئی اور دنیا بھی ہے۔ جیسا کہ اسلام کہتا ہے کہ ہے۔ تو پھر ان کا اس دنیا سے اس طرح محروم جانا یقیناً اُن کے لئے

انتہا درجہ کی خوش بختی

کا باعث ہے

بہرحال کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اسس دنیا کی لذتوں کو بالکل حاصل نہیں کیا اور وہ اسی حالت میں مرگئے۔ وہ اپنے سارے ثواب کے اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے کچھ انعامات اس دنیا میں حاصل کر لئے اور باقی اگلے جہاں میں حاصل کرینگے پھر اُن میں سے کچھ وہ ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے دنیا تو دی مگر انہوں نے دنیا کو استعمال نہیں کیا جیسے حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف جب فوت ہوئے تو اُن کے گھر سے

تین کروڑ کے قریب روپیہ

نکلا لیکن ان کی اپنی زندگی بالکل سادہ تھی۔ وہ اکثر غریبوں اور بیکسوں کی خبرگیری میں ہی اپنا روپیہ صرف کردیا کرتے تھے۔

غرض یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس دنیا میں انتہا درجہ کی قربانیاں کیں اور اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث ہوگئے۔ اب ہماری جماعت دنیا میں

اسلام کا علم بلند کرنے کیلئے

کھڑی ہوئی ہے۔ اور ہماری جماعت وہ ہے جسے ایک نبی پر ایمان لانا نصیب ہوا بیشک وہ تابع اور ظلی نبی ہے لیکن بہرحال وہ خدا تعالیٰ کا مکلم نبی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے بولتا تھا اور اس سے وسیع انعامات کے وعدے فرماتا تھا جیسا کہ وہ پہلے نبیوں سے فرماتا رہا۔ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مستثنیٰ کرتے ہوئے گذشتہ تمام نبیوں پر اس کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اور اتنی فضیلت تو ظاہر ہی ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا آنا اپنا آنا قرار دیا ہے ایسے

عظیم الشان نبی کی جماعت

جس قسم کے انعامات کی امیدوار ہوسکتی ہے وہ ظاہر ہیں اور ان انعامات کیلئے جس قسم کی قربانیوں کی ضرورت ہے وہ بھی ظاہر ہیں کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ ایک ایسا انسان جو دنیا کی ساری نعمتوں سے حصہ لیتے ہوئے دنیا کے سارے انعاموں سے حصہ لیتے ہوئے اور دنیا کے سارے آراموں سے حصہ لیتے ہوئے اپنے اموال اور اپنی جائداد اور اپنی عزت کی قربانی سے دریغ کرتے ہوئے ادہر ادہر بھاگے گا جب وہ خدا تعالیٰ کے پاس جائیگا تو خدا تعالیٰ اُسے بڑے تپاک سے ملیگا اسی طرح جسطرح کہ اس شخص سے جسنے اسکے

دین کے لئے قربانیاں

کیں اور اپنی ساری زندگی اُسی کیلئے تکالیف اٹھاتے ہوئے گزار دی۔ یہ تو کوئی بے حیا سے بے حیا انسان بھی نہیں کرسکتا پھر ہم خدا تعالیٰ کی نسبت یہ کس طرح امید کرسکتے ہیں کہ وہ اس ظلم کریگا۔ وہ تو عادل ہے بلکہ عادل ہی نہیں رحیم بھی ہے۔ رحیم کے لفظ سے بعض نادان یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ چونکہ رحیم ہے اسلئے خواہ ہم دل کھول کر جرم کرلیں پھر بھی خدا تعالیٰ کا رحم حاصل کرلینگے۔ ان کی سمجھ میں یہ فرق نہیں آتا کہ جس نے خدمت کی ہے وہ زیادہ رحم کا مستحق ہے؟ یا وہ جس نے بغاوت سے کام لیا ہے؟ پس یاد رکھو

ہمارا زمانہ

قربانیاں کا زمانہ ہے ہمارا زمانہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول کا زمانہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے بعد تیرہ سو سال تک جو کسی کو نہیں مل سکا وہ آج حاصل ہوسکتا ہے اگر کوئی حاصل نہ کرے تو اور بات ہے ورنہ جنت کی نعماء اور اللہ تعالےٰ کے قرب کی راہیں جس رنگ میں تیرہ سو سال کے بعد آج کھلی ہیں اسطرح تیرہ سو سال میں کسی کیلئے نہیں کھلیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو چھوڑ کر کہ آپ سید ولد آدم اور تمام نبیوں کے سردار تھے آدم سے لیکر آج تک

خدا تعالیٰ کے قرب کی وہ راہیں

کسی کیلئے نہیں کھلیں جو ہمارے لئے کھلی ہیں اب ہمارا کام یہ ہے کہ ہم قربانیاں کرکے اللہ تعالیٰ کے انعامات کو حاصل کرلیں یا قربانیوں سے منہ موڑ کر اسکے انعامات سے محروم ہوجائیں یاد رکھو

قربانیوں کے میدان میں

اللہ تعالےٰ اپنا منشاء یکدم ظاہر نہیں کرتا بلکہ اس کی ہمیشہ سے یہ سنت چلی آتی ہے کہ وہ آہستہ آہستہ اپنے منشاء کو ظاہر کرتا ہے۔ تا کمزور دل انسان گھبرا نہ جائیں اور وہ قربانیوں سے دریغ نہ کریں اس لئے ہماری جماعت بھی ابھی ان ذمہ داریوں کو نہیں سمجھتی جو اس پر عائد ہونے والی ہیں اور ابھی اُسے معلوم نہیں کہ آئندہ کیا ہونیوالا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حقیقت کھول دی ہے۔ اور وہ مستقبل کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جسطرح کہ میں اُسکے فضل سے دیکھ رہا ہوں ہماری جماعت کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن

دوزخ میں سے ایک شخص

کو نکالا جائیگا تو اللہ تعالیٰ اُسے کہے گا میں تجھے جہنم میں سے تو نکال لیتا ہوں لیکن مجھ سے کچھ اور نہ مانگنا۔ وہ کہے گا اے اللہ اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے کہ تو مجھے دوزخ میں سے نکال دے اگر تو مجھے دوزخ میں سے نکال دے تو میرے لئے سب سے بڑی نعمت یہی ہوگی اور میں تجھ سے اور کچھ نہیں مانگونگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس کو باہر نکال کر کھڑا کردے گا کچھ عرصہ کے بعد اُسے دُور ایک درخت نظر آئیگا۔ جو سرسبز و شاداب ہوگا اس کا سبزہ دیکھ کر اس کا دل للچانے لگا کچھ عرصہ تو وہ برداشت کرتا رہے گا۔ اور کہے گا کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرچکا ہوں کہ میں نے اس سے کچھ اور نہیں مانگنا تو اس سے کوئی سوال کس طرح کروں مگر آخر کہے گا۔ الٰہی ہے تو گستاخی میں نے وعدہ کیا تھا کہ اور کچھ نہیں مانگونگا۔ لیکن تو رحیم وکریم ہے۔ اگر تو مجھے اُس درخت کے نیچے کھڑا کردے تو تیری بڑی مہربانی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کہیگا میں تیری یہ بات مان لیتا ہوں لیکن وعدہ کر کہ پھر کچھ نہیں مانگیگا وہ کہیگا اے خدا اس سے زیادہ میں کیا مانگونگا تو مجھے وہاں پہنچا دے پھر میں تجھ سے اور کچھ نہیں مانگونگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اُسے وہاں کھڑا کردیگا کچھ عرصہ کے بعد اُسے پھر ایک اور درخت نظر آئیگا جس کے نیچے ٹھنڈا چشمہ بھی ہوگا۔ اور وہ پہلے درخت سے زیادہ سایہ دار ہوگا اس سے رہا نہ جائیگا اور وہ کہیگا الٰہی میں نے وعدہ تو کیا تھا پر اب رہا نہیں جاتا تو بڑا مہربان ہے اگر مجھے اس درخت سے لیجا کر اس درخت کے نیچے کھڑا کردے تو تیری بڑی مہربانی ہوگی اللہ تعالیٰ کہے گا تو نے تو کہا تھا کہ میں اور کچھ نہیں مانگونگا لیکن تو پھر مانگ رہا ہے وہ کہیگا الٰہی میں نے کہا تو تھا لیکن اب رہا نہیں جاتا تو مجھے وہاں پہنچا دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں کچھ اور نہیں مانگونگا۔ اللہ تعالیٰ پھر اُسے وہاں کھڑا کردیگا اسطرح یکے بعد دیگرے کئی درخت اسے نظر آئینگے اور وہ ان سب کے نیچے سے ہوتا ہوا ایک ایسی جگہ پہنچے گا جہاں سے اُسے جنت کا دروازہ نظر آئیگا اور وہ جنت کے لوگوں کو ہر قسم کے آرام اور راحتوں میں پھرتے ہوئے دیکھیگا۔ کچھ مدت تو وہ خاموش رہیگا مگر پھر برداشت نہ کرسکتے ہوئے کہیگا اے میرے رب میں نے وعدہ تو کیا تھا کہ میں اور کچھ نہیں مانگونگا۔ پر تو بڑا رحیم ہے۔ میں جنت نہیں مانگتا اور نہ کسی قسم کی اور نعمت مانگتا ہوں۔ میں نہ کسی نعمت کا مستحق ہوں۔ اور نہ جنت کی کسی چیز کا۔ پر اے خدا مجھے جنت کے دروازے پر تو بیٹھنے کی اجازت دیدے۔ اس پر اللہ تعالےٰ ہنسے گا اور کہیگا دیکھو میرا بندہ کتنا حریص ہے میں جتنا انعام کرتا ہوں اتنی ہی اس کی حرص بڑھتی چلی جاتی ہے لیکن کیا اس کی حرص میرے انعام سے بڑھ جائیگی نہیں ہرگز نہیں پھر فرمائیگا جا نہ صرف تجھے جنت کے دروازہ پر بیٹھنے کی اجازت ہے بلکہ جنت میں داخل ہونے کی بھی اجازت ہے اور

جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے

جس دروازہ میں سے چاہے تو داخل ہوسکتا ہے۔ غرض ترقی ہمیشہ قدم بقدم ہوتی ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہ قیامت کے دن ایسا ہوگا یا یہ محض ایک تمثیل ہے اور غالباً یہ تمثیل ہی ہے جس میں مومن جماعت کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

مومنوں کی مثال

ایسی ہی ہوتی ہے پہلے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم سَو ہو گئے تو کامیاب ہوجائینگے پھر جب وہ سَو ہوجائیں تو کہتے ہیں ہم ہزار ہوجائیں تو ہم کامیاب ہوجائینگے۔ جب ہزار ہوجائیں تو کہتے ہیں لاکھ دو لاکھ ہوجائیں تو بڑی بات ہے جب لاکھ دو لاکھ ہوجاتے ہیں تو کہتے ہیں۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کروڑ دو کروڑ ہو جائیں۔ تو کتنا اچھا ہو۔ جب اتنے ہو جائیں تو کہتے ہیں کوئی چھوٹا سا جزیرہ مل جائے جس پر ہماری حکومت ہو۔ جب کوئی ایسا جزیرہ مل جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ دو چار اور جزائر مل جائیں۔ تو کیسا اچھا ہو۔ اس طرح قدم بقدم وہ ساری دنیا پر غالب آجاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا یہ سلوک تمام مومن جماعتوں کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔ اور ہمارے ساتھ بھی اسی طرح ہو رہا ہے۔ ہم اسی طرح آہستہ آہستہ ترقی کرتے آئے ہیں۔ اور کرتے چلے جائیں گے۔ کوئی وہ دن تھا کہ

ہماری یہ مسجد اقصیٰ

اتنی چھوٹی تھی۔ کہ موجودہ مسجد کا ساتواں حصہ ہوگی۔ اس مسجد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ پر جو تقریر فرمائی۔ اس میں میں بھی موجود تھا۔ اس وقت میری عمر ۱۸-۱۹ سال کی تھی۔ مجھے یاد ہے۔ کہ اس وقت جماعت کے لوگ بے حد خوش تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اب ہم بہت ہو گئے ہیں۔ اب ہمارے لئے

دنیا کو فتح کرنے میں

کیا کسر باقی رہ گئی ہے۔ حالانکہ اس وقت صرف سات سو آدمی آئے تھے۔ مگر اس وقت کے لحاظ سے یہ اتنی بڑی تعداد تھی۔ کہ جلسہ سالانہ پر لنگر خانے والے سب آدمیوں کو روٹی نہیں کھلا سکے تھے۔ اور بہت سے آدمی بھوکے سوئے تھے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رات کے وقت الہام ہوا کہ یا ایھا النبیّ اطعموا الجائع والمعتر۔ اے نبی بھوکوں اور پیاسوں کو کھانا کھلاؤ۔ آپ نے اٹھ کر جب پتہ لگایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سو دو سو آدمیوں کے کھانے کا انتظام نہیں ہو سکا تھا۔ اور وہ بھوکے سو گئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لئے رات کو کھانا کھلانے کا انتظام کرنے اور کھلانے کا حکم فرمایا۔ صبح جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر کے لئے تشریف لے جانے لگے۔ تو مسجد مبارک کی اندرونی سیڑھیوں کے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ (میں اس وقت سیڑھیوں کے اندر کی طرف کھڑا تھا) کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے کبھی اس رنگ میں ہمیں الہام نہیں کیا۔ کہ یا ایھا النبی اطعموا الجائع والمعتر۔ ایھا النبیّ کہہ کر مجھے پہلی دفعہ مخاطب کیا گیا ہے۔ غرض

اس جلسہ میں سات سو آدمی

آئے۔ مگر ان سات سو آدمیوں کے آنے پر اس قدر خوشی کا اظہار کیا گیا۔ کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ حالانکہ آج ہمارے مدرسوں میں ہی اس سے کئی گنا زائد طالب علم پڑھتے ہیں۔ ہمارے ہائی سکول میں ۱۶۰۰

سولہ سو طالب علم

ہیں۔ ہمارے کالج میں ڈیڑھ سو طالب علم ہیں۔ ہمارے زنانہ سکول میں پانچ چھ سو یا اس سے زائد لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ اور ہمارے جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ وغیرہ مدارس میں ۲۵۰ اڑھائی سو کے قریب طالب علم ہیں۔ پھر ان کے علاوہ بھی ہیں۔ جو پرائیویٹ طور پر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان سب کو ملا لیا جائے تو

تین ہزار کے قریب طالب علم

بن جاتے ہیں۔ گویا آج یہ حالت ہے۔ کہ قادیان میں صرف تین ہزار ہمارا طالب علم پایا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت ہمارے جلسہ سالانہ پر سات سو آدمی آئے۔ اور ان سات سو آدمیوں کے آنے کو اس قدر اہم سمجھا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب باہر سیر کے لئے گئے۔ تو آپ کی جوتی بار بار لوگوں کے پاؤں لگنے کی وجہ سے گر جاتی تھی۔ کیونکہ آپ کھلی جوتی پہنتے تھے۔ (میں بھی کھلی جوتی ہی پہنا کرتا ہوں) جب بار بار اس طرح ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اب سیر کرنے کا زمانہ نہیں رہا۔ چنانچہ آپ نے ریتی چھلہ میں

بڑ کے درخت کے نیچے

کھڑے ہو کر ایک تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ نبی دنیا میں اپنی جماعت قائم کرنے کے لئے آتا ہے۔ چونکہ ہماری جماعت قائم ہو چکی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ جس کام کے لئے میں آیا تھا۔ وہ شاید ختم ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس وقت سات سو آدمی تھے۔ لیکن اب اگر عورتوں کو شامل کر لیا جائے۔ تو صرف ہمارے جمعہ میں آنیوالے لوگ ہی پانچ ہزار سے زائد ہو جاتے ہیں۔ غرض جماعت نے آہستہ آہستہ ترقی کی اور ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ ہر قدم پر لوگوں نے سمجھا۔ کہ اگر ہم اتنے ہو گئے۔ تو بڑی بات ہے لیکن یہ ہماری نادانی ہے۔ کیونکہ ہم نے جو کچھ سمجھا غلط سمجھا۔ اصل بات تو وہ ہے جو خدا نے سمجھی۔ اور خدا نے آسمان پر یہ نہیں سمجھا تھا۔ کہ سات سو آدمی اس جماعت میں داخل ہو جائینگے۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہ نہیں سمجھا تھا۔ کہ تین ہزار طالب علم قادیان میں پڑھنے لگ جائینگے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے عرش پر یہ فیصلہ نہیں کیا تھا۔ کہ پانچ چھ ہزار آدمی جمعہ سننے والے قادیان میں پیدا ہو جائیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے آسمان پر بیٹھے ہوئے یہ فیصلہ کیا تھا۔ کہ دنیا میں احمدیت ہی احمدیت قائم کر دی جائیگی۔ اور دوسری قومیں بہت قلیل تعداد میں رہ جائینگی۔ جب تک یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ ہمارا کام ختم نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مقصد فرشتوں نے پورا نہیں کرنا۔ بلکہ ہم نے پورا کرنا ہے۔ فرشتے صرف ہمارے مددگار ہوں گے۔ لیکن اس کام کی تکمیل کے لئے ایک لمبا عرصہ درکار ہے۔ ہم میں سے ایک کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا مرتا چلا جائیگا۔ اور ایک زمانہ دراز کے بعد یہ مقصد حاصل ہوگا۔ بہر حال جو لوگ اس غرض کے لئے آگے آتے چلے جائینگے۔ وہی خدا تعالےٰ کے مقرب اور محبوب ہوں گے۔ دینی جماعتوں کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے

مونگے کے جزیرے

ہوتے ہیں۔ سینکڑوں جزائر دنیا میں ایسے موجود ہیں۔ جن میں مونگے جیسے حقیر جانور جن میں عقل و شعور کا مادہ بھی نہیں ہوتا۔ ایک دوسرے پر گر کر جان دیتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ میلوں میل لمبے اور چوڑے جزائر انہوں نے آباد کر دیئے۔ اور وہ جزائر آج کورل آئی لینڈز کے نام سے مشہور ہیں۔ ان میں لاکھوں آدمی بستے ہیں۔ اور بڑی بڑی نعمتیں وہاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر مونگے خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت دنیا میں اپنی جانیں قربان کر کے جزائر آباد کر دیتے ہیں۔ تو کتنا بدبخت وہ انسان ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے ایک

نئی زمین اور نیا آسمان بسانے کا حکم

دیا اور اس نے اپنی جان کو کئی قسم کے بہانوں سے بچانا شروع کر دیا۔ رب العرش کے حکم کے ماتحت وہ مونگے جن سے خدا تعالیٰ نے کسی جنت کا وعدہ نہیں کیا۔ جن کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا عظیم الشان نبی ہدایت کے لئے نہیں آیا۔ جن کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا نبی نازل نہیں ہوا۔ اور جن کے لئے آدم سے لیکر اب تک ایک لمبا سلسلہ انبیاء قائم نہیں ہوا۔ مر کر دنیا میں کئی جزائر آباد کر گئے۔ ان کو خدا نے کہا۔ جاؤ اور ایک نئی دنیا بسا دو۔ اور وہ اس کی تعمیل میں ایک دوسرے پر گر کر فنا ہوتے چلے گئے۔ اور آہستہ آہستہ اتنا انبار لگ گیا۔ کہ گہرے سمندر میں سے خشکی نکل آئی۔ جس پر ان مونگوں نے مر مر کر اسے اور بڑا اور چوڑا کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ جزائر بن گئے۔ جن میں اب لاکھوں انسان بس رہے ہیں۔ لیکن کتنے

بدبخت ہیں وہ انسان

کہ ان کے لئے آدم سے لیکر حضرت مسیح ناصری تک انبیاء آئے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کیلئے بھیجا۔ اس کے بعد آپ کے خلیفہ اور بروز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔ اور خدا نے ان سے کہا۔ کہ جاؤ اور ہمارے لئے ایک نئی مملکت اور ایک نئی بادشاہت قائم کر دو۔ مگر وہ اپنے مالوں کو لیکر بھاگتے پھرتے۔ اور انہوں نے خدا تعالےٰ کی مملکت کے لئے جزائر پیدا نہ کئے۔

اس وقت جو کام ہمارے سپرد ہے۔ وہ ایسا عظیم الشان ہے۔ کہ جس کی مثال اس سے پہلے دنیا میں نہیں ملتی۔ اس کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رکھی تھی۔ مگر اس کو ختم کرنا اب ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں پکار رہے ہیں۔ کہ اے مزدورو آؤ اور اس عمارت کی تکمیل کرو۔ مگر ہم میں سے بہت لوگ ایسے ہیں۔ جو بھاگتے پھرتے ہیں اور قربانیوں سے گریز کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کے سامنے خوشی کے ساتھ کھڑا ہونے کا موقع نہیں ملے گا۔ جو خوشی کے ساتھ قربانیاں کریں گے۔ اور خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر دیں گے۔ وہ

اسلام کی آخری تعمیر میں حصہ لینے

اور اسلام کے معمار ہوں گے۔ اور وہی لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعتوں میں لکھے جائیں گے۔ اور اگلے جہان میں اللہ تعالےٰ کے سامنے سرخرو ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

مولوی برہان الدین صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص ترین صحابی اور پنجاب کے چوٹی کے [illegible] میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کے بعد جب ان کے ساتھیوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ تو ان کی حیثیت مزدوروں کی سی ہو گئی۔ حتیٰ کہ ان کے پاس پورے کپڑے بھی نہیں ہوتے تھے۔ مگر اس قربانیوں کے باوجود ان کے دل میں ہمیشہ خلش رہتی تھی۔ کہ ابھی ہم نے کچھ نہیں کیا۔ مجھے ان کا اسی قسم کا ایک واقعہ یاد ہے۔ جسے میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں بیٹھے تھے۔ آپ روحانی معارف بیان فرما رہے تھے۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ حضرت مولوی عبد الکریم

Digitized By Khilafat Library Rabwah

صاحب اور دوسرے دوست بھی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ مولوی برہان الدین صاحب نے

چیخیں مار مار کر رونا

شروع کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا مولوی صاحب کیا بات ہے۔ لیکن آپ جتنا پوچھتے آپ اتنا ہی زیادہ زور سے رونے لگ جاتے۔ آخر بار بار پوچھنے اور تسلی دلانے پر مولوی برہان الدین صاحب نے کہا حضور لوگ اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ مسیح آئے گا۔ دنیا میں روحانی معارف لٹائے گا۔ اور ہم اس پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے۔ ہم ان امیدوں کے ساتھ انتظار میں تھے۔ اور سمجھ رہے تھے کہ ہم ہر قسم کی قربانیاں کر کے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کریں گے۔ کہ خدا تعالیٰ کا مسیح آ گیا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے ایمان لانے کی توفیق عطا فرما دی۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ اسلام کے لئے قربان کر سکوں۔ حالانکہ وہ غریب ہی اس لئے ہوئے تھے کہ وہ احمدی ہو گئے تھے۔ پھر کہنے لگے ہم سنا کرتے تھے کہ مسیح آئے گا تو خزانے لٹائے گا۔ اور آپ نے خوب خزانے لٹائے۔ مگر میں تو پھر بھی

جھاڈو کا جھاڈو ہی رہا

جھاڈو کے لفظی معنی تو مجھے نہیں آتے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ میں پھر بھی ناکارہ کا ناکارہ ہی رہا۔ یہ کہہ کر وہ چیخیں مار کر رونے لگ گئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے منھم من قضیٰ نحبہٗ ومنھم من ینتظر یعنی مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے قربانیاں کیں اور انتہا درجہ کی قربانیاں کیں اور خدا تعالیٰ کے فضل کو پا لیا اور کچھ ایسے ہیں جو قربانیاں کر رہے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو نشانات و معجزات پر سے اس طرح گزر جاتے ہیں جس طرح کہ وہ آدمی جس نے اپنے بدن پر تیل ملا ہوا ہو۔ اس پر سے پانی گزر جاتا ہے۔ اور کوئی قطرہ اس کے جسم میں جذب نہیں ہوتا۔ یہ لوگ جماعت کے گلے میں ایسا پتھر ہیں۔ جو جماعت کو آگے نکلنے نہیں دیتے

اسلام کی جنگ کا زمانہ

قریب سے قریب تر آتا جا رہا ہے۔ اور ہم ابھی صرف پینترے بدل رہے ہیں۔ جیسے پینترے بدلنا اصل چیز نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جسم کو گرم کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہمارا مختلف قسم کی تحریکات جاری کرنا اور جماعت کو مالی قربانیوں میں حصہ لینے کی دعوت دینا

پینترے بدلنے والی بات

ہے۔ ورنہ اصل کام اور ہے ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے۔ ہم نے دنیا کے دلوں اور دماغوں کو فتح کرنا ہے۔ اور اس کے لئے ہمیں جن قربانیوں کی ضرورت ہے۔ ان کا اندازہ بھی ہم آج نہیں لگا سکتے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک حد تک قربانی کی روح ترقی کر رہی ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ جماعت کی تعداد میں جو ترقی ہو رہی ہے وہی اس کا اصل باعث تو نہیں۔ اگر تعداد کے بڑھنے کی وجہ سے قربانی میں ترقی معلوم ہوتی ہے۔ تو پھر یقیناً ہم نے کوئی کام نہیں کیا۔

قربانی میں ترقی کرنے کا مطلب

تو یہ ہوتا ہے کہ ہماری ذاتی قربانی بڑھ جائے اگر ہم خود کوئی قربانی نہ کریں۔ اور تعداد کے بڑھنے کی وجہ سے کچھ ترقی ہو جائے۔ تو اس ترقی کا ہمارے وجود سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ فرض کرو پہلے پانچ احمدی تھے۔ اور وہ ڈیڑھ روپے کے حساب سے ساڑھے سات روپیہ چندہ دیتے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ نے پانچ نئے احمدی بنا دیئے۔ اور وہ دس روپے مزید چندہ دینے لگ گئے۔ تو یہ لازمی بات ہے کہ اگر پہلے پانچوں کا چندہ ساڑھے سات روپے تھا۔ تو اب ساڑھے سترہ روپے ہو جائے گا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہوں گے۔ کہ پہلے پانچ آدمیوں نے قربانیوں میں ترقی کی۔ اور وہ ساڑھے سات روپے سے ساڑھے سترہ پر آ گئے۔ بلکہ یہ زیادتی ان نئے آنے والوں کی وجہ سے ہو گی۔ پس وہ نئے احمدی جو اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ اگر ان کی وجہ سے ہمیں مالی ترقی ہوئی ہے۔ تو یہ جماعت کی قربانی کا ثبوت نہیں ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام تھا کہ اس نے ان کو ہدایت دے دی۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہمارے

ایمانوں میں کون سا تغیر پیدا ہوا

اور ہم نے کس قربانی کا ثبوت دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو قربانیوں میں سستی سے کام لے رہے ہیں

خدا تعالیٰ کے قرب سے دور

ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اس سطح کے قریب آ رہے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ کے غضب کا مورد بنا دیتی ہے۔ پس یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ آیا نئے آنے والوں کی وجہ سے ہماری قربانیوں میں ترقی ہوئی ہے یا درحقیقت ہماری جماعت کے لوگ قربانیوں میں ترقی کر رہے ہیں۔ اس وقت تحریک جدید کے ماتحت بہت سے کام شروع کئے جا چکے ہیں۔ مگر ان کاموں کو صحیح طور پر چلانے کے لئے

مزید قربانیوں کی ضرورت

ہے جس رنگ میں وہ کام ہونے چاہئیں ابھی تک اس رنگ میں نہیں ہو رہے جس کی بڑی وجہ جماعت کی قربانی کی کمی ہے۔ اگر ان کاموں کو صحیح طور پر چلایا جائے۔ تو جماعت بہت بڑی ترقی کر سکتی ہے۔ اور اپنے منزل مقصود کو زیادہ سرعت سے ساتھ حاصل کر سکتی ہے۔ مگر ابھی منزل مقصود کے قریب پہنچنا تو درکنار ہماری جماعت کی حالت ویسی ہی ہے۔ جیسے اس شخص کی ہو گی جسے اللہ تعالیٰ دوزخ سے نکال کر باہر کھڑا کر دے گا۔ ہم بھی اس وقت ایک درخت کے نیچے کھڑے ہیں۔ لیکن جنت کا دروازہ ابھی ہم سے بہت دور ہے۔ بڑی بڑی حکومتوں۔ یا بادشاہتوں کی مخالفتوں کا مقابلہ کرنا تو الگ رہا۔ ابھی تو تمہاری حالت یہ ہے کہ اگر ضلع کی پولیس تم پر مسلط کر دی جائے تو وہ تم سب کو باندھ کر لے جا سکتی ہے بلکہ ضلع کی پولیس تو الگ رہی۔ ایک تھانیدار بھی تم پر اپنا رعب جما سکتا ہے۔

اسلام اور احمدیت کی حکومت

تو اس دن قائم ہو گی۔ جس دن تمہارے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ سپاہی کے سامنے بھی بڑے سے بڑے بادشاہ کی گردن جھک جائے۔ اور وہ اس کے سامنے کوئی حرکت نہ کر سکے۔ مگر بہرحال جس طرح دوزخ سے باہر آیا ہوا انسان درخت کے نیچے خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی پہلے درخت کے نیچے پہنچ گئے ہیں۔ لیکن

جنت ابھی دور ہے

ہاں ہر ترقی جو انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ اس پر اسے خوشی ضرور محسوس ہوتی ہے۔ جس طرح کسی کا بچہ جب ایک سال کا ہو جاتا ہے اور اس کے دانت نکلنے شروع ہوتے ہیں۔ تو ماں باپ خوش ہوتے ہیں کہ بچے نے دانت نکالنے شروع کر دیئے ہیں۔ مگر اس خوشی کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ بچہ جوان ہو گیا ہے۔ یا اس کی آئندہ نسل پیدا ہونی شروع ہو گئی ہے۔ اسی طرح اگر مجھے کوئی کہے کہ آپ نے پچھلے سال بھی

جماعت کی ترقی پر خوشی کا اظہار

کیا تھا۔ اور اس سے پچھلے سال بھی۔ تو میں اسے یہی کہوں گا کہ تمہارے بچے کے دانت نکلتے ہیں تو تم خوش ہوتے ہو یا نہیں۔ تمہارا بچہ گھٹنوں چلتا ہے۔ تو تم خوش ہوتے ہو یا نہیں۔ مگر کیا بچے کا دانت نکالنا یا اس کا گھٹنوں چلنا اس کا منتہائے مقصود ہوتا ہے اس کا منتہائے مقصود یہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا منتہائے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک قوی البنیان کامل فراست اور کامل فہم رکھنے والا انسان بن جائے۔ اور اس کے ذریعے بنی نوع انسان کی ایک اچھی اور نیک بنیاد قائم ہو جائے۔ اگر تم اپنے بیٹے کے دانت نکالنے یا گھٹنوں چلنے پر خوش ہو سکتے ہو۔ تو ہماری یہ خوشیاں کیوں ناواجب ہو سکتی ہیں۔ ہم پہلے سال بھی خوش تھے دوسرے سال بھی خوش تھے۔ تیسرے سال بھی خوش تھے۔ اور درمیان میں کچھ ایسے سال بھی آئے۔ جن میں ہم پورے طور پر خوش نہیں ہوئے۔ مثلاً

گیارھویں سال کی تحریک

جو دفتر دوم سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں جماعت نے اتنا حصہ نہیں لیا جتنا اسے لینا چاہئے تھا۔ آخر اس دس سال کے عرصہ میں بچے جوان ہوئے ہیں۔ اور بہت بیکار کام پر لگ گئے ہیں۔ جو اس وقت آٹھ سال کے تھے۔ وہ اب اٹھارہ سال کے ہو گئے ہیں جو اس وقت نو سال کے تھے وہ اب انیس سال کے ہو چکے ہیں جو دس سال کے تھے وہ اب بیس سال کے ہو گئے ہیں۔ جو گیارہ سال کے تھے وہ اب اکیس سال کے ہو گئے ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں سے ڈیڑھ ہزار آدمی ہر سال کمانے والا ہو گیا۔ تو اس عرصہ میں پندرہ ہزار آدمی کمانے والے ہو گئے۔ لیکن اس کے باوجود مجھے افسوس ہے کہ

دفتر دوم میں صرف پچاس ہزار کے وعدے

آئے۔ حالانکہ اس وقت ہمارا تحریک جدید کا سالانہ خرچ تین چار لاکھ کے قریب ہے

377
Digitized By Khilafat Library Rabwah

اس سے کم کسی صورت میں بھی گزارہ نہیں ہوسکتا۔ میں اس کے متعلق ایک گزشتہ خطبہ میں حساب لگا کر بتاچکا ہوں کہ یہ کم سے کم خرچ ہے۔ جس کے بغیر ہم اپنے تبلیغی کاموں کو وسیع نہیں کرسکتے۔ ان میں کچھ کام ابھی ابتدائی حالت میں ہیں۔ بعض سکیمیں ایسی ہیں۔ جو ابھی تک جاری ہی نہیں ہوسکیں اور بعض جاری تو کی گئی ہیں۔ مگر لوگوں نے ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ کل انکو افسوس ہوگا۔ کہ ہم نے کیوں اس میں حصہ نہیں لیا۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے تمام کام آہستگی سے ہوتے ہیں۔ اس لئے جماعت کو بھی قدم بقدم چلانا پڑتا ہے۔ اور جوں جوں کسی سکیم کے سامان پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ اس کو ہم جاری کرتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ایک دن آئے گا جب

ساری دنیا میں اسلام کا غلبہ

ہوجائے گا۔ اور دنیا میں احمدیت ہی احمدیت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بھی دنیا ہمیں تباہ نہیں کرسکتی۔ لیکن ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ جو درخت میں نے لگایا ہے۔ اس کا کوئی نہ کوئی پھل بھی دیکھ لوں۔ خواہ وہ پھل کسی صورت میں ہو۔ مثلاً جو شخص آم لگاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اور کچھ نہیں تو میں اپنے آم کی کیری ہی دیکھ لوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی اور میں نے تحریک جدید جاری کی تحریک جدید کے ماتحت تبلیغ اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے۔ اور سلسلہ کی ترقی پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہورہی ہے لیکن قدرتی طور پر میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ یہ کام اور بھی ترقی کرے اور میں بھی اس درخت کے پھلوں کو دیکھ لوں۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ کے کام تو چلتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور ان میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوسکتی۔ اگر ہم چلے جائینگے۔ تو اللہ تعالیٰ دوسروں کو لے آئے گا۔ جو اس کام کو سنبھال لینگے۔ اور جب وہ چلے جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ کچھ اور لوگ کھڑے کردے گا۔ لیکن اسے انسانی کمزوری کہہ لو۔ یا فطری امر کہہ لو بہر حال انسان کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ جس کام کی داغ بیل میں نے ڈالی ہے۔ اس کے ثمرات کو بھی دیکھ لوں۔ اس لئے اب جبکہ

تحریک جدید کا بارھواں سال

شروع ہورہا ہے۔ میں جماعت کے دوستوں سے کہتا ہوں کہ وہ گیارھویں سال کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور اس طرح اپنے رب کی رضا حاصل کریں۔ اسی طرح تحریک جدید دفتر دوم کی طرف جماعت کو خاص توجہ سے کام لینا چاہیئے۔ جن دوستوں نے پہلے حصہ نہیں لیا۔ وہ اب حصہ لیں۔ اور جن لوگوں نے پہلے حصہ لیا ہے۔ وہ اپنی رقوم کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ اس وقت تک دفتر دوم میں جن لوگوں نے اپنے وعدے لکھوائے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ تحریک جدید کے لئے ہمیں

کم از کم تین لاکھ روپیہ سالانہ کی ضرورت

ہے اور ریزرو فنڈ کی ضرورت اس کے علاوہ ہے۔ لیکن وعدے کل پچاس ہزار کے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ پہلے دفتر کے وعدوں کی میعاد ختم ہونے پر سب کام اسی طرح ختم ہوجائے گا جس طرح ایک اونچی عمارت زلزلہ کے دھکہ سے گرجاتی ہے۔

میں نے غور کرکے محسوس کیا ہے کہ شائد دفتر دوم کے وعدوں کے زیادہ سخت شرائط ہیں یا یہ کہ ابھی اس دور کے آدمی ایمان کے اعلیٰ مقام پر نہیں پہنچے اسلئے بڑی کمی ہے۔ دفتر دوم کیلئے میں

کچھ آسانی

کردیتا ہوں۔ پہلے میں نے ایک مہینے کی تنخواہ کی شرط رکھی تھی۔ لیکن اب میں نصف اور تین چوتھائی تنخواہ کی بھی اجازت دیتا ہوں۔ یعنی تینوں طرح چندہ دیا جاسکتا ہے پورے مہینے کی تنخواہ دیکر بھی۔ اور اگر کوئی پورے مہینے کی تنخواہ نہ دے سکتا ہو۔ تو وہ اپنی تنخواہ کا پچھتر فی صدی دیکر بھی اس میں شامل ہوسکتا ہے۔ اور اگر پچھتر فی صدی کا حصہ بھی نہیں دے سکتا۔ تو پچاس فی صدی حصہ دے کر بھی شامل ہوسکتا ہے لیکن بہر حال ضروری ہوگا کہ انیس سال تک متواتر قربانی کی جائے۔ اور کچھ نہ کچھ پہلے کی نسبت ہر اپنے چندہ کو بڑھایا جائے۔ اب چونکہ بہت سے لوگ فوج سے واپس آگئے ہیں۔ اور انکی تنخواہیں پہلے سے کم ہوگئی ہیں اسلئے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہ قاعدہ اسی سال کی تنخواہ کے حساب سے ہوگا خواہ اسے تھوڑی تنخواہ ملتی ہو یا بہت۔ مثلاً ایک شخص کو فوج میں اڑھائی سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملا کرتی تھی لیکن اب اسے پچاس روپے ملتی ہے۔ تو اب اس کا چندہ پچاس روپے ہوجائے گا۔ نہ کہ اڑھائی سو روپیہ۔ ہاں اس کا فرض ہوگا کہ وہ اپنی موجودہ تنخواہ کے لحاظ سے ہر سال کچھ نہ کچھ اضافہ کرتا چلا جائے۔ آج

میری صحت خراب

تھی۔ اور میری بیماری مجھے یہاں آنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود میں آگیا ہوں یہ سمجھتے ہوئے کہ کیا پتہ ہے کہ اگلے سال کی تحریک کے اعلان کرنے کا مجھے موقع ملے یا نہ ملے اس لئے جتنا حصہ بھی اس تحریک کے ثواب کا اپنی زندگی میں لے سکتا ہوں لے لوں۔ چنانچہ میں آج تحریک جدید کے بارھویں سال کا اعلان کرتا ہوں اور وہ دوست جنہوں نے اب تک اسمیں حصہ نہیں لیا ان سے بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی دفتر دوم میں اپنا وعدہ جلد سے جلد لکھوا دیں۔ اور جو دوست اول یا دفتر دوم میں پہلے سے حصہ لے رہے ہیں۔ وہ پہلے سے بڑھ کر حصہ لیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایسا موقع نہ سینکڑوں سال میں پہلے کسی جماعت کو ملا ہے اور نہ آئندہ ملے گا۔ اس وقت

اسلام کا جھنڈا

بلند کرنا ہماری جماعت کے سپرد کیا گیا ہے اور اسلام کا جھنڈا تمام دنیا میں بلند نہیں کیا جاسکتا جب تک دوبارہ اس کے سپاہیوں میں وہی روح پیدا نہ ہوجائے۔ جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں پائی جاتی تھی۔ اور جس کی مثالیں میں اوپر بیان کرچکا ہوں۔ اسی طرح جو لوگ پہلے بیکار تھے۔ لیکن اب ملازم ہوچکے ہیں یا انہوں نے کوئی اور کاروبار شروع کیا ہوا ہے ان کو بھی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے دفتر دوم میں حصہ لیں۔ ساتھ ہی میں دفتر والوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ دفتر دوم کو مکمل کرنے اور اس کے وعدوں کو تین لاکھ تک پہنچانے کی کوشش کریں جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ یہ ہمارا کم سے کم خرچ ہے جو ممکن ہے دو تین سال میں پانچ چھ لاکھ تک پہنچ جائے۔ اگر دفتر دوم کے وعدے کم از کم تین لاکھ تک پہنچ جائیں۔ تو پھر ہم سہولت کے ساتھ اپنی سکیموں کو جاری کرسکتے ہیں۔

اب جنگ ختم ہوگئی ہے۔ اور غیر ممالک میں جانے کے لئے لوگوں کو سہولتیں مل رہی ہیں۔ ہمارے نو مبلغ اس وقت تک باہر جاچکے ہیں۔ اور پندرہ سولہ کے قریب تیار بیٹھے ہیں۔ جو عنقریب

مختلف ممالک میں تبلیغ کے لئے جانے والے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں جو مصائب اور تکالیف کا زمانہ ہے۔ مجھے بہت سی اخبار غیبیہ بتائی ہیں۔ جن کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی برکات کا سلسلہ شاندار طریق پر دنیا میں ظاہر ہونے والا ہے۔ اگر ہم اس وقت کام کریں گے۔ تو دنیا ہی ہوگی جیسے کہتے ہیں کہ اہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری نصرت کے سامان پیدا ہورہے ہیں۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی اشاعت کے غیر معمولی سامان پیدا فرمائے گا۔ تین چار دن ہوئے میں نے

ایک رویاء

دیکھا کہ میں عربی بلاد میں ہوں۔ اور ایک موٹر میں سوار ہوں۔ ساتھ ہی ایک اور موٹر ہے۔ جو غالباً میاں شریف احمد صاحب کی ہے۔ پہاڑی علاقہ ہے اور اس میں کچھ ٹیلے سے ہیں جیسے پہلگام کشمیر یا پالم پور میں ہوتے ہیں۔ ایک جگہ جا کر دوسری موٹر جو میں سمجھتا ہوں میاں شریف احمد صاحب کی ہے۔ کسی اور طرف چلی گئی ہے۔ اور میری موٹر اور طرف۔ ایسا معلوم ہوتا ہے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کہ میری موٹر ڈاک بنگلے کی طرف جارہی ہے۔ بنگلہ کے پاس جب میں موٹر سے اترا۔ تو میں نے دیکھا کہ بہت سے عرب جن میں کچھ سیاہ رنگ کے ہیں۔ اور کچھ سفید رنگ کے میرے پاس آئے ہیں۔ میں اس وقت اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ لیکن ان عربوں کے آجانے کی وجہ سے ٹھیر گیا ہوں۔ انہوں نے آتے ہی کہا۔ السلام علیکم یا سیدی! میں ان سے پوچھتا ہوں۔ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ۔ کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ جئنا من بلاد العرب وذھبنا الیٰ قادیان وعلمنا انک سافرت فاتبعناک حتیٰ علمنا انک جئت الیٰ ھذا المقام۔ یعنی ہم قادیان گئے اور وہاں معلوم ہوا۔ کہ آپ باہر گئے ہیں۔ اور ہم آپ کے پیچھے چلے۔ یہاں تک کہ ہمیں معلوم ہوا۔ کہ آپ یہاں ہیں۔ اس پر میں نے ان سے پوچھا کہ لِاَیِّ مقصد جئتم۔ کس غرض سے آپ تشریف لائے ہیں۔ تو ان میں سے لیڈر نے جواب دیا۔ کہ جئنا لنستشیرک فی الامور الاقتصادیۃ والتعلیمیۃ اور غالباً سیاسی اور ایک اور لفظ بھی کہا۔ اس پر میں ڈاک بنگلہ کی طرف مڑا اور ان سے کہا۔ کہ اس مکان میں آجایئے۔ وہاں مشورہ کریں گے۔ جب میں کمرہ میں داخل ہوا۔ تو دیکھا کہ میز پر کھانا چنا ہوا ہے۔ اور کرسیاں لگی ہیں۔ اور میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی انگریز مسافر ہوں۔ ان کے لئے یہ انتظام ہو۔ اور میں آگے دوسرے کمرہ کی طرف بڑھا۔ وہاں فرش پر کچھ پھل اور مٹھائیاں رکھی ہیں۔ اور اردگرد اسی طرح بیٹھنے کی جگہ ہے۔ جیسے کہ عرب گھروں میں ہوتی ہے۔ میں نے ان کو وہاں بیٹھنے کو کہا۔ اور دل میں سمجھا کہ یہ انتظام ہمارے لئے ہے۔ ان لوگوں نے وہاں بیٹھ کر پھلوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کہ میری آنکھ کھل گئی۔

اس رویاء سے میں سمجھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے

بلادِ عرب میں احمدیت کی ترقی

کے دروازے کھلنے والے ہیں۔ اسی طرح میں نے

ایک اور رویاء

دیکھا۔ کہ میر قاسم علی صاحب مرحوم آئے ہیں۔ انہوں نے گرم کوٹ اور گرم پاجامہ پہنا ہوا ہے۔ اور وہ مضبوط جوان معلوم ہوتے ہیں۔ قاسم علی میں بھی عرب کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ قاسم کے معنے تقسیم کرنے والے کے ہیں۔ اور علی کے معنے بڑی شان والے کے۔ پھر میر قاسم علی صاحب سید بھی تھے۔ پس وہ وقت آگیا ہے۔ کہ لوگ کثرت سے احمدیت کی طرف رجوع کریں گے۔ اور ان کے رجوع کرنے کے سامان خدا تعالیٰ کے فضل سے روز بروز زیادہ سے زیادہ پیدا ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ کہاں کہاں پہلے احمدیت کے پھیلنے کے رستے کھلیں گے۔ ابھی افریقہ سے ایک علاقہ کے مبلغوں کی اطلاع آئی ہے کہ اگر ہمیں بارہ مبلغ مل جائیں۔ تو ہم دس سال کے اندر اندر اس سارے علاقے کو احمدی بنا سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت کی ترقی کے رستے کھل رہے ہیں۔ صرف ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہم اپنے قدم کو تیز تر کر دیں۔ اور ہر قسم کی قربانیوں میں خوشی سے حصہ لیں۔ پس میں آج **تحریک جدید کے بارھویں سال کا اعلان** کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم سے استمداد کرتے اور اس کے حضور دعا کرتے ہوئے جماعت کے مخلصین سے کہتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اخلاص کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے بارھویں سال میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر وعدے لکھوائیں۔ اور جنہوں نے پہلے حصہ نہیں لیا۔ وہ

دفتر دوم میں حصہ لیں

اور انیس سال تک اپنی قربانی کو جاری رکھیں میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر جماعت کے دوست صحیح طور پر قربانی کریں۔ تو دفتر دوم میں تین چار لاکھ تک وعدوں کا پہنچ جانا کوئی مشکل امر نہیں۔ صرف دوستوں کی توجہ اور ہمت کی ضرورت ہے۔ پس میں

اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے

تحریک جدید کے بارھویں سال کا اعلان کرتا ہوں۔ اور دوستوں سے کہتا ہوں۔ کہ آگے بڑھو اور احمدیت اور اسلام کے لئے اپنے مالوں کو قربان کرو۔ تاکہ جب ہماری موت کا وقت آئے۔ تو ہم خوش ہوں۔ کہ جس کام کو ہم نے شروع کیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کے رحم سے اپنی تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

جناب نوابزادہ خان محمد عبد اللہ خانصاحب کے صاحبزادہ میاں عباس احمد صاحب کی دعوت ولیمہ

قادیان ۱۶ر دسمبر۔ کل دوپہر کو جناب نواب زادہ خان محمد عبد اللہ خاں صاحب نے اپنے صاحبزادہ میاں عباس احمد صاحب کی ولیمہ کی دعوت اپنی کوٹھی دار السلام کے باغ میں وسیع پیمانہ پر دی۔ جس میں صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصیت سے مدعو کیا گیا۔ غرباء کی بھی ایک کافی تعداد مدعو تھی۔ بعض مقامی ہندو اور سکھ اصحاب بھی بلائے گئے تھے۔ جن کے لئے کھانے کا علیحدہ انتظام کیا گیا تھا۔ مہمانوں کی تواضع کرنے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے خاندان کے صاحبزادگان بھی شامل تھے۔ کھانے کے بعد تمام مجمع نے دعا کی۔ خواتین بھی کافی تعداد میں مدعو تھیں۔ جنہیں کھانا کھلانے کا الگ انتظام تھا۔

جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ

امسال ہمارا سالانہ جلسہ ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر بروز بدھ۔ جمعرات۔ جمعۃ المبارک منعقد ہو رہا ہے۔ احباب جماعت ابھی سے اپنے غیر احمدی عزیزوں۔ دوستوں کو شمولیت کی دعوت دیں۔ اور تیار کریں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ)

مغربی افریقہ کو جانیوالے مجاہدین بفضل خدا عدن پہنچ گئے

عدن ۱۴ر دسمبر۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ڈاکٹر محمد احمد صاحب نے بذریعہ تار اطلاع دی ہے۔ کہ مکرم مولوی عبد الحق صاحب۔ مکرم صوفی محمد اسحٰق صاحب اور مکرم قریشی محمد افضل صاحب آج بخیر و عافیت یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اور کل صبح مغربی افریقہ کے لئے روانہ ہو جائینگے۔ انشاء اللہ۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر سہ مجاہدین کو بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچائے۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ میں کامیابی عطا کرے۔

جلسہ سالانہ پر صنعتی نمائش

جماعت کے تاجر صاحبان یہ سنکر خوش ہونگے۔ کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے صنعتی و تجارتی نمائش کھولنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اس غرض کے ماتحت دفتر تجارت نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ جلسہ کے اوقات کے علاوہ صنعتی و تجارتی نمائش کھولی جائے۔ جیسا کہ احباب کو علم ہے۔ کہ صنعتی اور تجارتی ترقیات کے لئے نمائشیں اور اشتہارات بہت ضروری ہیں۔ تاجران جماعت کو اسکی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ چونکہ یہ نمائش قومی تجارت کو فروغ دینے کے لئے کی جارہی ہے۔ اس لئے ہر تاجر اور کارخانہ دار کو چاہیئے۔ کہ اس نمائش کو مقبول اور کامیاب بنانے کی کوشش کرے۔ ہماری تاجران جماعت سے یہ خواہش ہے۔ کہ وہ اپنی مصنوعات جن کی وہ تجارت کرتے ہیں۔ یا جو وہ بناتے ہیں۔ ان کے نمونے دفتر ہذا میں جلد از جلد بھجوا دیں۔ تاکہ ان کو نمائش میں ترتیب دیا جا سکے۔ ہر وہ چیز جو نمونے کے طور پر بھجوائی جائے۔ اس کے ساتھ اس فرم یا کمپنی کا ایک خوبصورت بورڈ بھی ہونا چاہیئے۔ اور اس کے علاوہ ہر چیز کی تھوک اور خوردہ قیمتوں کی فہرست بھی ٹائپ کر کے یا خوشخط لکھ کر کم سے کم دو دو نقلیں بھجوائی جائیں۔ نمائش کی جگہ کا انشاء اللہ بعد میں اعلان کیا جائیگا۔ (ناظر تجارت)